ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3, 2024

اردو افسانے میں نرگسیت

کشف افتخار

پی ایچ ڈی اسکالر جی سی یو، لاہور

عبدالرحمان

Abdurrahmansocialworker@yahoo.com

عائشہ عبدالرحمان

ayeshaabdurrahman02@gmail.com

kashf Iftikhar

PhD Scholar GCU, Lahore

Abdur Rahman

Abdurrahmansocialworker@yahoo.com

Ayesha Abdur Rahman

ayeshaabdurrahman02@gmail.com

ABSTRACT:

Narcissism is a term based on psychological attitudes, thanks to which the human personality is characterized by self-hatred, self-love, self-delusion, pride, arrogance, extreme mental states, sexism and creative desires. Narcissism is a pervasive love of self-image that can make it possible to recognize the image of one's inner self in a mirror. Its clear traces are visible in the literature from the Greek era to the Roman era. Ovid's Metamorphoses has embellished it with a long form. In the eighteenth and nineteenth centuries, narcissistic emotions and feelings have been expressed in Western Literature. In the 19th century P. Nack used it as a medical term to describe mental illness. As a psychologist, Freud considered mental and internal conditions based on narcissism as a disorder of human personality. After that, psychologists associated with Kohuti and Lacanian schools of thought and the American Psychiatric Association sought to bring out the role of narcissism in the construction and destruction of human personality. In the 20th century, the term narcissism started to have its effects on Urdu Fiction. Therefore, Urdu Fiction writers have presented the mental and internal conditions of our society and society in their works. Through his fictional characters, he has tried to inculcate attitudes that lead to narcissistic tendencies.

Key Words:

Narcissism, Selfishness, Egoism, Self Image, Internal Conditions, Metamorphosis, Freud, Urdh Fiction, Fictional character, Identity.

کلیدی الفاظ:

نرگسیت، خود پسندی، انا پرستی، خود کی شبیہ، داخلی کیفیات، میٹامورفوسس، فرائیڈ، اُردو فکشن، افسانوی کردار، شناخت

اُردو فکشن میں نرگسیت کے مباحث سے قبل نرگسیت کے مفہوم و اصطلاح اور ابتدا کے بارے میں بحث موضوع کی سراہت میں کارگر ثابت ہو گی۔ نرگسیت کو انگریزی میں (Narcissism) کہتے ہیں۔ Narcissism کا لفظ Narcissus سے مشتق ہے جس کا ترجمہ فارسی میں نرگس کیا گیا ہے۔ Narcissus یا نرگس یونان کے ایک حسین و رعنا جواں بخت ماہ جبیں کا نام تھا۔ "دریا کے دیوتا سیفیسیس (Cephissus) اور پری "لری اوپ" (Leiriope) کی اولاد تھا۔ اِس عہد کے مذہبی پیشوا ٹیری سیاس (Teire Sias) نے نرگس کی ماں سے کہہ دیا تھا کہ اگر یہ بچہ اپنے خدوخال پر نظر نہیں ڈالے گا تو اس کی عمر بہت دراز ہو گی"(ا)۔ نرگس جب بچپن سے جوانی میں داخل ہوا اور شباب کے پھول کی صورت نمودار ہوا تو اکثر و بیشتر یونان کی مہ جبینیں اس پر مرمٹنے لگیں۔ نرگس اپنے حُسن پر بہت نازاں رہتا حتیٰ کہ اس کے اندر شانِ بے نیازی پیدا ہو گئی تھی۔ وہ انتہائی قدِ رعنا کا مالک تھا۔ اس کے دل

میں کسی کی محبت کا جذبہ موٴجزن نہیں تھا۔ ایک روز اِس دلکش جوان پر "ایکو" (Echo) پری کی نظر پڑی جو اس کے حُسن پر فریفتہ ہو گئی مگر نرگس اس کے عشوہ و غمزہ کا اسیر نہ ہوا اور اس کی محبت کو ٹھکرا دیا۔ "ایکو" پری اس صدمہ کو برداشت نہ کر سکی اور فریاد و فغاں میں مصروف ہو گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد شعلۂ عشق نے اس پری کے دامنِ ہستی کو پھونک ڈالا اور ایک روز اِس کی روح اس کے نازک جسم سے پرواز کر گئی مگر اس کی فریاد اس کے مرنے کے بعد بھی فضا میں گونجتی رہی جس کو آج ہم "آوازِ بازگشت ایکو (Echo) کے نام سے یاد کرتے ہیں" (۲)۔ "ایکو" کے انتقال سے دیوتاؤں کی دنیا میں ہلچل مچ گئی اور انتقام کی دیوی (Nemisis) نے نرگس کو سزا دینے کا عزم کر لیا۔ انسائیکلوپیڈیا برٹینکا میں ایکو (Echo) اور نیمیسس (Nemisis) دونوں پریوں کے نام درج ہیں۔ اِن دونوں میں سے کوئی ایک پری نرگس پر عاشق ہوئی تھی۔ چناں چہ ایک روز نرگس کو ایک چشمے کے کنارے لے جایا گیا۔ اس چشمہ کے پانی میں نرگس اپنے حُسن کو دیکھ کر خود اپنے اوپر عاشق ہو گیا اور اپنی ہی محبت میں آہِ سرد بھرنے لگا۔ یہاں تک کہ ایک روز اس دارِ فانی سے کوچ کر گیا۔ جس جگہ اس کا ناز پروردہ جسم خاک میں مل گیا تھا اس خاک سے ایک حسین پھول نمودار ہوا جس کا نام نرگس پڑ گیا۔

نرگس کی خوبصورتی، اس کے حُسن و جمال اور موت کے سلسلے میں مختلف آراء دیکھنے کو ملتی ہیں۔ اووڈ (Ovid) چیمبرس انسائیکلوپیڈیا جلد (9) صفحہ نمبر (673) میں اپنے خیال کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ پری کے مرنے کے بعد فرطِ غم سے انتقال کر گیا اور نرگس کے پھول میں اس کا جسم منتقل ہو گیا جبکہ دوسرا خیال یہ ہے کہ نرگس نے غم کی بنا پر خودکشی کر لی۔ چیمبرس انسائیکلوپیڈیا کے موٴلف کا یہ بھی کہنا ہے کہ کچھ لوگوں کے قول کے مطابق نرگس نے انتہائی یاس میں خود کو قتل کر لیا تو اس کے خون سے ایک پھول اُگا جس کا نام نرگس پڑ گیا جبکہ پاسانیاس (Pausanias) کے خیال میں نرگس کی ایک جڑواں بہن تھی جو اس کی ہم شکل تھی جب اس کا انتقال ہوا تو اس کے غم کو بھلانے کے لیے اس نے ایک چشمہ کے پانی میں اپنے خد و خال کو دیکھنا شروع کیا۔ اس طرح اُس کو اپنی پرچھائی میں اپنی بہن کی شکل نظر آتی تھی جو اس کے شکستہ دل کی تسکین کا موٴجب بنتی۔ اس نئی پرچھائی کو دیکھتے دیکھتے اس کا بھی انتقال ہو گیا۔ ایک اور نقاد فریزر (Farzer) نے اس بات کی جانب سراہت کی ہے کہ ایک عرصہ تک یونان میں اپنی شکل و شباہت کو دیکھنا منحوس خیال کیا جاتا رہا کیوں کہ لوگ نرگس کی موت کے واقعہ کو فراموش نہیں کر سکتے تھے۔ ڈاکٹر سلام سندیلوی کے خیال میں:

> "یونان کے اس ڑوماں پرور سانحہ نے ادب میں ایک نئی راہ کھول دی۔ دنیا کے ادیبوں نے اپنے ادب میں ایسے افراد کو پیش کیا جن میں نرگسیت کے جراثیم پائے جاتے ہیں اور جن کو اپنی ذات سے محبت ہے" (۳)

اس پس منظر کی روشنی میں دنیا کے ادبا و شعرا کے داخلی و خارجی جذبات و احساسات میں نرگسی رجحانات سے مزّین اصطلاح نے جگہ بنانی شروع کر دی۔ ممکن ہے کہ ان ادبأو شعر اٗ نے شعوری طور پر نرگسی ذہنیت کا اظہار نہ بھی کیا ہو مگر تجزیہ کے بعد اس کیفیت کو نرگسی رجحان کا حامل ضرور قرار دے سکتے ہیں۔ نرگسیت کی جھلک دنیا کے ہر ادب میں دکھائی دیتی ہے۔ ادب کے علاوہ نرگسیت کی اصطلاح دنیا کے علمِ نفسیات میں بھی رائج ہو چکی ہے۔ ماہرینِ نفسیات نے ایسے مریضوں کا مطالعہ کیا جن میں نرگسی رجحانات موجود تھے۔ ان رجحانات کی وجہ سے اُن میں دماغی خلل کے آثار بھی نمودار ہوئے۔ فرائیڈ نے خاص طور پر نرگسیت کے نظریہ پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے اپنے ابتدائی دور میں لاشعور، شعوری مقاصد، طفلانہ جنسیت، ایغو اور قوتِ جنس کی تحریک وغیرہ کے مباحث کو پیش کیا۔ اس کے بعد اپنے دوسرے دور میں نرگسیت، حیات اور موت کی جبلت، جبلی میلان، ایغو اور اعلیٰ ایغو کے نظریات پر بحث کی۔ الغرض یہ کہ نرگسیت فرائیڈ کی دین ہے اور تحلیلِ نفسی میں اس کو خاص مرتبہ دیا جاتا ہے۔

نرگسیت کی اصطلاح جدید نفسیات کا عطیہ سہی لیکن یہ رجحان انسانی اتنا ہی قدیم ہے جتنا کہ انسان، اس کی روایات اور تہذیبی و سماجی محرکات۔ "ہر چند کہ نرگسیت بدنام سی ہے کیوں کہ الفتِ ذات سے جنم لینے والی خود پسندی اور تشہیرِ ذات کو اخلاقی لحاظ سے کبھی پسند نہ کیا گیا۔ تصوّف میں نفئ خودی اور ذاتِ نفس پر زور دیا جاتا ہے" (۴)۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ نرگسیت اُن اساسی جذبات و احساسات میں سے ہے جو محرک کی صورت اختیار کر کے شخصیات کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ گو نفسیاتی مباحث میں اسے خاصی دیر کے بعد اہمیت حاصل ہو سکی لیکن انسانی جذبات و احساسات کی عکاسی کے تمام ذرائع میں اس کی رنگ آمیزی دیکھی جا سکتی ہے۔

فرائیڈ نے پی نیک (P. Nacke) کے حوالے سے نرگسیت کی تعریف کی ہے۔ بقول فرائیڈ (1899ء) میں پی نیک نے پہلی بار نرگسیت کو طبابت کی اصطلاح کے لیے استعمال کیا اور اس سے ایسے شخص کی دماغی کیفیت مراد لی جو اپنے جسم سے جنسی محبت کرتا ہے۔ وہ اپنے جسم کو گھورنے، چمکارنے اور پیار کرنے میں جنسی لذت محسوس کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اِن حرکات و افعال سے اس کو حِظ حاصل ہونے لگتا ہے۔ رابرٹ ایس وڈورتھ کے مطابق "نرگسی انسان چاہے وہ مرد ہو یا عورت اس کو کہتے ہیں جو اپنے سے محبت کرے۔ ایسا شخص آئینہ دیکھ کر اپنے حُسن کی تعریف کرتا ہے اور جنسی حِظ حاصل کرتا ہے۔ وہ اپنے جسم کو بھی چمکارتا ہے اور پیار کرتا ہے۔ اُس کے اِس پیار کا انداز ایسا ہی ہوتا ہے جیسے کوئی انسان کسی دوسرے انسان کو پیار کرے" (۵)۔ انسائیکلوپیڈیا برٹینکا کے مؤلف کے خیال کے مطابق فرائیڈ اور اس کے مقلدین کا خیال ہے کہ "نرگسیت اس مریضانہ ذہنیت کا نام ہے جس میں انسان اپنے جسم سے دلچسپی لیتا ہے" (٦)۔ جبکہ کولمبیا انسائیکلوپیڈیا کے مؤلف کے مطابق "نرگسی صورت میں انسان کی جنسی خواہش مکمل طور سے اپنی ذات میں منتقل ہو جاتی ہے اور وہ دوسروں سے جذباتی تعلقات استوار کرنے میں ناکام رہتا ہے" (۷)۔

ایک اور نقاد اور ماہرِ نفسیات کرن ہارنی (Karen Horney) نے بھی نرگسیت کے مفہوم کو واضح کرنے کے کوشش کی ہے اور اس کی وسعت کے دائروں پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کے خیال کے مطابق نرگسیت کے دائروں میں خودستائی، غرور، طلب جاہ، جذبۂ محبوبیت، دوسروں سے کنارہ کشی، خودداری، تصوریت، تخلیقی خواہشات اور شدید فکرِ صحت، شکل وشباہت اور ذہنی صلاحیت شامل ہیں۔

> "The phenomena which in psycho analytical literature are called narcissistic are most divergent in character. They include vanity, conceit, craving with incapacity to love others, withdrawal from others, normal self-esteem, ideals, creative desires, anxious concern about health, appearance, intellectual faculties. Thus a clinical definition of narcissism would be an embarrassing task. All that the above phenomena have in common is concern about the self, or perhaps merely attitudes pertaining to the self, the reason for this bewildering picture is the term is used in a purely genetic sense to signify that the origin of these manifestations is assumed to be the narcissistic libido."(8)

کیرن ہارنی کے قول کے مطابق نرگسیت کو تولیدی اعتبار سے پرکھنے کی بجائے اصلی مفہوم سے جانچا جائے۔ اگر غور کیا جائے تو اس کا مطلب خودستائی ہے۔ یہ ایک قسم کی نفسیاتی تمکنت ہے جو اقتصادی تمکنت سے ملتی جلتی ہے۔ نرگسیت کا اسیر خود اپنی صلاحیت سے زیادہ تصور کرتا ہے۔ نرگسی انسان اپنی ذات سے ان خوبیوں کی بنا پر محبت کرتا ہے جو اس میں نہیں ہیں اور دوسروں سے ان محاسن کی وجہ سے محبت اور ستائش کا طلب گار ہوتا ہے جن سے وہ معرّا ہے۔ کرن ہارنی کے خیال کے مطابق اگر کسی شخص میں کچھ خوبیاں واقعی موجود ہیں اور اس بنا پر وہ اپنی عظمت کو تسلیم کرانا چاہتا ہے تو وہ نرگسی انسان نہیں ہے۔ یہ دو رجحانات یعنی اپنی ذات کو زیادہ اہمیت دینا اور دوسروں سے ناجائز طور پر عظمت طلب کرنا الگ الگ چیزیں نہیں ہیں بلکہ ان کا وجود بیک وقت انسان میں موجود ہوتا ہے۔" (۹)

فرائیڈ نے نرگسیت کو ابتدائی اور ثانوی میں تقسیم کرتے ہوئے دونوں کے اساسی اختلافات بھی واضح کر دیئے ہیں۔ ابتدائی نرگسیت کا مرکز و محور جسم اور اس سے وابستہ جنسی اور حسّی استلذاذی کیفیات ہیں۔ اس کا مظاہرہ بچوں میں خود لذتی کی مختلف النوع صورتوں میں دیکھا جاسکتا ہے جبکہ ثانوی نرگسیت کا جسم محور نہیں، انسانی ذہن ہوتا ہے اور اس کا مظاہرہ تکمیلِ ذات کے لیے حصولِ مقصد سے وابستہ فخر اور مسرت میں کیا جاسکتا ہے۔ ڈاکٹر سلیم اختر اپنے مضمون "ادب.... نرگسیت کے آئینے میں" لکھتے ہیں کہ:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3, 2024

"اپنی عمومی صورت میں نرگسیت (اگر اس سے وابستہ پر اسراریت کو ذہن سے خارج کر دیا جائے) نارمل حدود میں رہ کر فرد میں اعلیٰ مقاصد کی لگن پیدا کرتے ہوئے ارتقاکے عمل کو شخصیت کا عکاس اور انفرادیت کا مظہر بنا دیتی ہے۔ اُلفتِ ذات مریضانہ نہ ہو تو اظہار کے لیے ایسا فنکارانہ اور خلاّقانہ انداز اختیار کرتی ہے کہ ذات کی تمام جہتیں نمایاں ہو کر سامنے آجاتی ہیں۔ اس کا ادب کے علاوہ دیگر فنونِ لطیفہ اور خصوصیت مصوّری میں بھی مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ گو ایک مصوّر رنگوں کے انتخاب، برش کے دباؤ اور کمپوزیشن سے بھی اظہارِ ذات کر سکتا ہے لیکن سیلف پورٹریٹ تو یقیناً خالص نرگسی رجحانات کی پیداوار ہے۔ بیشتر مصوّروں نے اپنے پورٹریٹ بنانے میں پس منظر رنگ، مختلف عناصر کی ترتیب و امتزاج اور ان سب پر مستزاد اپنے چہرہ کے تاثرات اور اندازِ نشست سے بھی اپنی ذات کا تاثر دینا چاہا ہے اور بعض تصاویر تو اتنی محسور کُن ہیں کہ ذہن مدتوں ان کے طلسم سے آزاد نہیں ہو سکتا۔ فرانس کے مشہور تاثراتی مصوّروں میں پال گاگین (Gaugen) اور وان غوف (VonGogh) کی مثالیں بہت نمایاں ہیں۔"(۱۰)

اِن دونوں نے پریشانی اور مفلوک الحالی میں عمر بسر کی۔ آج ان کی تصویر لاکھوں میں بِک سکتی ہیں لیکن خود انہوں نے انہیں کوڑیوں میں بیچا۔ پال گاگین کے سیلف پورٹریٹ اس کی مجروح روح کے ساتھ ساتھ اس کی انا کے بھی مظہر ہیں۔ بالخصوص وہ تصویر جس کے پس منظر میں مسیح مصلوب کی شبیہ کو بطور استعارہ استعمال کر کے ایک لحاظ سے خود اسے اپنی زندگی کی علامت قرار دیا ہے۔

عام انسان بالعموم اور تخلیق کار بالخصوص اساطیری نرگس کی مانند اپنے فن کے آئینہ میں تمام عمر اپنا عکس ہی دیکھنے میں مست نہیں رہتے بلکہ دوسروں کو بھی (شہزادی زیب النساء) بقول ٹی ایس ایلیٹ "سامانِ خود بینی" Mirror to Mirror, Reflecting Vanity کی جانب راغب کرتے رہتے ہیں۔ گویا نرگسیت اور نرگس کی اصطلاحات یونانی اساطیر کے واقعات سے اخذ شدہ ہیں لیکن ادب و نفسیات میں ان کی عمر یونانی اساطیری واقعات جتنی نہیں۔ البتہ فرانسیسی مصنف ایلیے گورماں نے پہلی مرتبہ نرگسیت (Narcissism) اور سپینی ناول نگار ویرا نے نرگسی (Narcissistic) کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ گورماں کی کتاب "Physique L. Amour" 1903ء میں اور ویرا کے مختصر افسانوں کا مجموعہ 1887ء میں طبع ہوا۔ ان افسانوں میں سے ایک ہیروئن کی زبان سے یہ الفاظ ادا کرائے گئے ہیں۔ "میں تو آج کل نرگسی بنی ہوئی ہوں۔ میں اپنے ہونٹوں کو اپنے آئینہ کی سرد سطح پر ثبت کر کے اپنے ہی عکس کے بوسے لیتی ہوں" (۱۱)۔ نفسیات میں انہیں بعد میں اصطلاحات کا درجہ دیا گیا۔ مشہور ماہرِ جنس ہیولاک ایلس نے سب سے پہلے "نرگس ایسے میلانات" لکھا۔ ڈاکٹر پی نیک نے جب اِسی انگریزی مضمون کا جرمن میں ترجمہ کیا تو "نرگس ایسے میلانات" کے لیے Narcissus کی اصطلاح ساخت کی اور یہی جرمن اصطلاح بعد ازاں روپ بدل کر انگریزی میں (Narcissism) نرگسیت بنی" (۱۲)

ادب جذبات کی دل آویز موسیقیت سے لبریز پُر اسرار دنیاؤں کی طلسماتی طبع آزمائی کا نام ہے جس کی طنابیں احساسات کی رنگین مصوّری، تخیل کے رقص و سرود کی آماجگاہ اور حواس کے تاروں کو چھیڑتی ہوئی حساسیت کے ساتھ وابستہ ہیں۔ یہ جذب و شوق کی ایک لغزشِ مستانہ ہے۔ عقل و شعور کا ایک حسیں ارتعاش ہے۔ حُسن و جمال کی ایک دل موہ لینے والی لطیف تھرتھراہٹ ہے جس کی دھمک سے جذبات و احساسات کے سُریلے خوابوں کی شامیں شرمندۂ تعبیر ہوتی ہیں۔ ایک ایسی طلسم ہوش رُبا کی دنیا اپنے پرستاروں کو اپنے آغوش میں چھپا لیتی ہے۔ شعر و ادب سے وابستہ دانشوروں نے اس کو عقل و جنون کی مشترک بزمِ جمال اور عشق و حکمت کا مقامِ اتصال قرار دیا ہے۔ بقول ڈاکٹر عبادت بریلوی کے "یہ محض شاعرانہ خیال نہیں ہے، ایک حقیقت ہے" (۱۳)۔ ادب کا انسان کے شعور و ادراک سے گہرا ربط استوار ہے۔ زندگی میں اس سے اُجالا ہوتا ہے۔ افراد اس سے تازگی کی کرن حاصل کرتے ہیں، وہ جینا سیکھتا ہے۔ اُس کے اندر زندگی کا احساس فروزاں ہونے لگتا ہے۔ انسان میں حیات کو برتنے اور بسر کرنے کا شعور پیدا ہوتا ہے، اس کی بدولت انسان اپنی طبع سے بلند ہو جاتا ہے، اس کی روح میں کچھ ایسے نغمے گونجنے لگتے ہیں کہ خود اس کی ہستی ایک نغمہ بن جاتی ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3, 2024

اُردو ادب میں فِکشن کی تشکیل اور نرگسی جذب و احساس کے رجحانات میں متنوع عناصر کی رنگ آمیزی نہایت ہی حسین قوسِ قزح کا روپ دھار کر ہمارے سامنے جلوہ فگن ہوتی ہے۔ اس دھنک رنگ قوسِ قزح میں اصلیت اور حقیقت کا سراغ لگانا کوئی آسان کام نہیں البتہ اُردو فِکشن کی تشکیل کے مواد، ہیت، موضوع اور صورت کے احوال کی تشکیل میں بعض عناصر ایسے ملتے ہیں جو اُردو فِکشن کی ادبی تخلیقیت میں کارگر ثابت ہوتے ہیں۔ جو ادیب کے مخصوص جذبات و احساسات، واردات، کیفیات، افکار و خیالات اور اس کے ادراک و شعور کے تحرکات کو منظرِ عام پر لاتے ہیں۔ جب ادیب یا فن کار زندگی کے خارجی پہلوؤں کا مشاہدہ کرتا ہے تو اس کے جذبات میں تحرّک پیدا ہوتا ہے اور احساسات و جذبات کی دنیا میں ارتعاش جنم لیتا ہے۔ اِس کے ساتھ ساتھ اُس کے خیالات میں بھی لہریں سی اُٹھتی ہیں۔ اس وجہ سے اُس کے تخیّل کا عمل تیز ہو جاتا ہے۔ سوچنے، سمجھنے اور غور و فکر کرنے کی جانب اس کی طبیعت متوجہ ہوتی ہے۔ وہ کوئی رائے قائم کرتا ہے، کچھ نتائج اخذ کرتا ہے، کسی نقطۂ نظر اور نظریۂ حیات کی روشنی میں اس کی ماہیت کا سراغ بھی لگاتا ہے۔ اسی لیے ادیب کی پروازِ فکر محدود نہیں ہوتی بلکہ وہ حیات کے ہر پہلو پر نظر رکھتا ہے اور اس کی اصلیت و حقیقت پر روشنی ڈالتا ہے۔ یہی لامحدود اور کثرت آمیز رجحان اس کے اندر نرگسی میلانات کا پیش خیمہ بن کر سامنے آتا ہے۔

اُردو فِکشن میں کسی ادیب کی شخصیت کے ذریعے سے اس کی تخلیقات اور تخلیقات کے طفیل اس کی شخصیت کا مطالعہ بے حد دشوار ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اُردو فکشن کا بیشتر حصہ رسمی، مصنوعی، قیاسی اور تخیلی ہے جس کا ادیب کی ذات سے کوئی زیادہ تعلق نہیں ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ادیب کا رویہ مختلف حالات میں بدلتا رہتا ہے۔ اس ردوبدل کے سبب اور بعض داخلی و خارجی حالات کے طفیل اس کی تحریروں کے موضوعات، مواد اور ہیت وغیرہ میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ گویا ہمیں ایک ادیب کی شخصیت اور تخلیق میں بعض متضاد کیفیات دیکھنے کو ملتی ہیں۔ اس بنا پر جب ہم کسی ادیب کے فکشن پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمیں اس کے نرگسی رجحان کا پتہ چلتا ہے۔ ہم اُس کو نرگسی انسان قرار نہیں دے سکتے بلکہ صرف نرگسی تخلیق کار سے تشبیہ دے دیتے ہیں۔ کیوں کہ یہ ممکن ہے ایک ادیب یا فن کار شخصی لحاظ سے نرگسی نہ ہو مگر اس کے فن پاروں میں نرگسی رجحانات و میلانات پائے جاتے ہوں۔

ہمیں اپنی روزمرہ زندگی میں ایسی بے شمار مثالیں دیکھنے کو ملتی ہیں جس میں معاشرے یا سماج کے اکثر افراد کسی نہ کسی چیز کے شیدائی بن کر سامنے آتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک شخص دنیاوی مال و دولت اکٹھا کرنے کا شوقین ہے وہ اس مال و اسباب کی شوریدہ سری کے لیے تگ و دو کرے گا۔ جیسے جیسے اُس کے اندر دولت کی ہوس بڑھتی جائے گی وہ زیادہ دولت اکٹھی کرے گا پھر ایک وقت آئے گا کہ دولت کی محبت اس کے تمام حواس پر غلبہ پالے گی۔ اس کے اندر غرور و تکبر، خود پسندی اور خود ستائی جیسی صفات جنم لینے لگیں گی۔ اسی طرح سے بچوں کی اپنی ماں کے ساتھ انسیت بھی نرگسی زمرے میں آئے گی۔ یا ایک انسان جو مے نوشی کا شوقین ہے، وہ شراب و مے سے دل لگی کا مرتکب ہو جاتا ہے یا ایک مرد جس کو عورتوں کے ساتھ کثرتِ میل جول کی عادت ہے تو وہ زیادہ سے زیادہ خواتین سے اپنے تعلقات استوار کرے گا۔ اُن کے ساتھ اس کی جنسیت اور جذبۂ محبوبیت نرگسی رجحان کی عکاس ہو گی۔ اسی طرح سے جب ہم فکشن نگاری میں نرگسیت کی بات کرتے ہیں تو اس میں جب ادیب یا فن کار کے مشاہدات و تجربات حد سے تجاوز کرتے ہیں تو ایک وقت ایسا آتا ہے جب اُس کے تخیل کی دنیا میں ایسی ایسی دلفریب افسانوی کردار جنم لیتے ہیں جس کے اندر اُس کی کومل ادائیں پری پیکر کا روپ دھار کر سامنے آنے لگتی ہیں۔ حتیٰ کہ اس کی شخصیت کے داخلی و خارجی واقعات فن کار کو خود پسندی، خود ستائی، جاہ و حشمت اور حُسن و عشق کے جنسی رجحانات کی جانب مائل کر دیتے ہیں۔ ایک مصوّر اور سنگ تراش بھی اپنے فن میں اسی طرح کے رجحانات کو برانگیختہ کرنے کا متلاشی ہوتا ہے۔ مذکورہ بالا مثالیں نرگسی رجحان کو پرکھنے میں ممدوح ثابت ہوں گی۔

اُردو شاعری میں ایسے بہت سے شعرا ہمیں دیکھنے کو ملتے ہیں جن کے ہاں نرگسی رجحانات کثرت سے پائے جاتے ہیں جیسے ظہور الدین حاتم، شاہ مبارک آبروؔ، سراج اورنگ آبادی، اشرف علی فغاںؔ، دردؔ، مرزا رفیع سوداؔ، میر تقی میرؔ، انشاءاللہ خاں انشاؔ، رنگینؔ، غالبؔ، مومنؔ، ناسخؔ، آتشؔ، داغؔ، اقبالؔ، ریاضؔ، اصغر گونڈوی، فانیؔ، یگانہ چنگیزی، جگر مراد آبادی، شاد عارفی، فراق گورکھپوری، جوش ملیح آبادی اور ساغر نظامی وغیرہ۔ ان کے ہاں نرگسی رجحانات واضح طور پر دیکھنے کو ملتے ہیں مگر بعض شعرا کے ہاں نرگسیت کی ہلکی ہلکی پرچھائیاں نظر آتی ہیں۔ مثال کے طور پر غالبؔ کے بعض اشعار میں عجز و انکسار موجود ہے مگر ان کے یہاں ایسے اشعار کم ہیں۔ ان کے مقابلے میں اُن کے یہاں خاندانی برتری کی بنا پر خود پسندی اور خود ستائی کے اشعار زیادہ ہیں۔ اس لیے ہم ان

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3, 2024

کو نرگسی شاعر کے علاوہ شخصی اعتبار سے نرگسی انسان بھی کہہ سکتے ہیں۔ دوسری مثال ناسخ کی دی جاسکتی ہے۔ ان کو کئی بار لکھنؤ کو ترک کرنا پڑا اور الہ آباد میں سکونت اختیار کرنا پڑی۔ اس لیے ناسخ کو غربت کا احساس شدید طور پر ہوتا تھا۔ اسی ناآسودگی کی وجہ سے اُن کے ہاں وحشت، دشت و صحرا اور بیاباں کے الفاظ و تراکیب کا استعمال کثرت سے کیا گیا ہے۔ اس لیے ہم ان کو نرگسی شاعر کے علاوہ نرگسی انسان بھی کہہ سکتے ہیں۔ ایک اور مثال ریاض خیر آبادی کی دی جاسکتی ہے۔ ریاض خیر آبادی ایک حسین و جمیل انسان تھے۔ چناں چہ اُن کے اشعار میں ہمیں حُسن و شباب کی تصاویر واضح نظر آتی ہیں۔ دراصل ان پر جذبۂ محبوبیت ہمیشہ حاوی رہا۔ اسی بنا پر ہم ان کو بھی نرگسی شاعر کے علاوہ نرگسی انسان کا لقب دے سکتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بادی النظر میں نرگسیت کے مختلف پہلوؤں میں متضاد کیفیات محسوس ہوتی ہیں۔ مثلاً ایک شخص یہ سوال کر سکتا ہے کہ ایک شاعر یا ادیب میں خودداری بھی موجود ہے اور وہ اس کے ساتھ ساتھ جاہ و حشمت کا بھی طالب ہے یہ کیسے ممکن ہے؟ دراصل ان دونوں بیانات میں ظاہری طور پر تضاد محسوس ہوتا ہے لیکن آپ اس نکتے پر غور فرمایئے کہ ''نرگسی انسان ہر حالت میں اپنی انا اور خودی کو بلند رکھنا چاہتا ہے اور سماج میں ایک اعلیٰ مرتبہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے دو مختلف قسم کے حربے استعمال کرتا ہے۔ کبھی وہ اپنی خودداری کا اظہار کرکے خود کو قابلِ احترام بنانے کی کوشش کرتا ہے، کبھی وہ اپنی خود پسندی کو نمایاں کرکے دوسروں کو مرغوب کرنے کی جسارت کرتا ہے، کبھی وہ ہم جنسی کے رجحانات کو بے نقاب کرکے اپنی ہی جنس پر اور اپنی ہی ذات پر فریفتہ ہو جاتا ہے۔ کبھی وہ اپنی تخلیقی خواہشات کی تکمیل کرکے اپنی عظمت میں اضافہ کرنا چاہتا ہے۔ کبھی وہ اپنی تصوریت کے ذریعہ عوام پر اپنے بلند نظریات کا سکّہ جمانا چاہتا ہے۔ کبھی وہ جاہ و حشمت کا طالب بن کر اپنی موجودہ حیثیت کو بلند تر کرنا چاہتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب وہ اپنے بلند مقاصد میں ناکام ہو جاتا ہے تو بدرجۂ مجبوری دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا ہے۔ دراصل یہ سارے نکات ایک ہی نرگسی انسان کے مختلف روپ ہیں''(۱۴)

اُردو فکشن کی تاریخ پر نگاہ ڈالی جائے تو ہمیں ایسے بے شمار تخلیق کار نظر آئیں گے جن کے ہاں نرگسیت کی عمیق پرچھائیاں واضح رنگ و روپ میں دکھائی دیں گی۔ ناولوں میں ''امراؤ جانِ ادا'' (مرزا ہادی رسوا) سے لے کر ''ٹیڑھی لکیر'' (عصمت چغتائی) تک اور قراۃ العین حیدر کے ''آخری شب کے ہم سفر'' اور ''آگ کا دریا'' سے لے کر جمیلہ ہاشمی کے ''تلاشِ بہاراں'' اور اسی طرح سے عصمت چغتائی کے ''ضدی''، ''ٹیڑھی لکیر''، ''معصومہ'' اور ''سودائی'' وغیرہ ناولوں میں ہمیں سستی جذباتیب، رومانیت، جنس نگاری اور نفسیاتی کشمکش کی بنا پر نرگسی تخلیقیت کا مظاہرہ دیکھنے کو ملتا ہے۔ اِسی طرح سے ممتاز مفتی کا ناول ''علی پور کا ایلی'' اور حیات اللہ انصاری کا ناول ''لہو کے پھول'' نفسیاتی و جنسی رجحان پر کسی حد تک پورا اُترتے ہیں کیوں کہ اس میں ممتاز مفتی نے فنی لحاظ سے جنس نگاری کے تقاضوں کو پورا کیا ہے۔ انہوں نے اکثر مقامات پر اشاروں کنایوں میں بات کی ہے۔ اِن کی زیادہ کوشش یہی رہی ہے کہ ایلی (الیاس) اور شہزادے کے مابین جو نفسیاتی و جنسی واقعات پیش آئیں وہ الفاظ کی کارگزاری کے ذریعے یعنی علامتی و استعاراتی انداز سے پیش کیے جائیں۔ اس اعتبار سے انہوں نے اکثر انتہائی محتاط رویہ ہی اپنایا ہے لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ اِس رہ سے گزرنے والا لاکھ احتیاط برتے کچھ صورت ہائے احوال ایسی بھی ہوتی ہے کہ صاف چُھپتی بھی نہیں، سامنے آتے بھی نہیں والی کیفیت کا اظہار ہو کر ہی رہتا ہے۔ اس کے علاوہ علامتی و استعاراتی پیرایۂ اظہار بھی پڑھنے والے کے ذہن کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کرتا ہے جس کا شعور اس کے پاس ہے بلکہ اکثر تو یہ اظہار زیادہ لُطف دیتا ہے۔ شاید اسی وجہ سے فحاشی، عریانی اور جنس نگاری کے خلاف اُٹھائی جانے والی بحثیں نامکمل رہتی ہیں اور موضوع کو اضافی Relative بنا دیتی ہیں۔

نرگسیت کے حوالے سے اگر جذبۂ محبوبیت، تصوریت اور رومانی و عشقیہ رجحانات کا ذکر کیا جائے تو یہ میلان و رجحان کبھی سنجیدہ ناولوں کا مقابلہ شاید نہ کر سکے۔ اس لیے کہ ان میں نہ تو موضوعات، تکنیک اور مواد بلکہ اسلوب کا تنوع رہتا ہے اور عشق و محبت اور تحیر آمیز فضا اور ایک ہی سی جزئیات کی بنا پر یہ اس اہمیت کے حامل نہیں ہوتے جو اچھے ادبی ناولوں کو حاصل ہوتی ہے۔ نیاز فتح پوری، مجنوں گورکھ پوری اور شورش کشمیری کی اہمیت ان کے رومانوی و عشقیہ کیفیات پر مبنی جذبابیت سے لبریز نرگسی فکشن نما اسلوبِ بیان کی وجہ سے ہے۔ اگرچہ تینوں ادیب تنقید و ادب کے میدان میں بڑا درجہ رکھتے ہیں۔ نیاز فتح پوری نے ادبی، سماجی اور دینی سوالات رسالہ ''نگار'' میں اُٹھائے اور کتابیں لکھیں اور اپنے قارئین کو چونکایا۔ خاص طور پر حریتِ فکر اور آزادیٔ اظہار کے لیے ان کا خاص مقام ہے۔ مجنوں گورکھ پوری ترقی پسند تنقید کے مانے ہوئے فن کار ہیں۔ ان کا طویل مقالہ ''ادب اور زندگی'' خاصے کی چیز ہے۔ نیاز فتح

پوری کاناول شہاب کی سر گزشت اور شاعر کا انجام شاعرانہ نثر، تخیل کی بلند پروازی کے ساتھ ساتھ رومانی وعشقیہ جذباتیت کے حامل رجحانات کی وجہ سے یاد رکھے جائیں گے۔ اسی کے ساتھ ساتھ نیاز فتح پوری کی انوکھی داستانِ عشق (قمر زمانی بیگم) نفسیاتی اور جنسی نہج پر نرگسی میلان کی عکاس بن کر سامنے آتی ہے۔

یہ اس زمانے کی بات ہے جب بیسویں صدی اپنی دسویں سالگرہ منا کر دوسری دہائی میں داخل ہو رہی تھی۔ اُردو کے اکثر ادیب و شاعر اور صحافتی گروپ سمٹ کر ایک مقام یعنی نرگسیت و رومانس پر اکٹھے ہو گئے تھے۔ قدما میں ڈپٹی نذیر احمد، اکبر الہ آبادی، عبدالحلیم شرر، مولانا شبلی نعمانی اور مولانا حالیؔ ایک طرف تھے تو نئی نسل کی چڑھتی جوانیوں میں اقبال، چکبست، مولانا حسرت موہانی، فانی بدایوانی، اصغر گونڈوی، نظم طباطبائی اور شوق قدوائی کی شاعرانہ عظمت کا سورج تیری سے منڈھیر چڑھنے لگا تھا۔ جوش ملیح آبادی، سیماب، جگرؔ اور آرزو لکھنوی کی اُبھرتی ہوئی آوازیں بھی لوگوں کو اپنی جانب مائل کر رہی تھیں۔ طوطا مینا، لیلی مجنوں، گل بکاؤلی اور طلسم ہوش ربا کی داستانوں کا دور اختتام پذیر ہوا اور اُن کی جگہ پر مغرب سے آئے ہوئے مختصر افسانے نے لے لی تھی۔ پریم چند، سجاد حیدر یلدرم، سلطان حیدر جوش اور نیاز فتح پوری اس نئی صنف کو آگے بڑھا رہے تھے۔ اِن کی تحریروں میں کہیں عشقِ حقیقی کے پردے میں اور کہیں مجاز کے رنگ میں رومان و نرگسی جذبات رنگ آمیزی کرنے لگے۔

رسالہ ''نقاد'' کے مدیر اکبر الہ آبادی سمیت دیگر انشائپرداز مثلاً مہدی افادی، نیاز فتح پوری، ضیا عباس ہاشمی کی نثر رومان کا جو جادو جگاتی تھی۔ سب کے سب حُسن و عشق یا جمالیات کے سلسلے میں سقراط کے ایک شاگرد اور مشہور یونانی مفکر زینوفن کے فلسفۂ حُسن و عشق سے متاثر تھے۔ اس سلسلے میں حُسن و عشق اور عورت چوں کہ ایک ہی چیز کے مختلف نام تھے۔ اسی چیز کو نیاز فتح پوری نے بھی اپنے رومان آمیز نرگسی فکر و خیال کا محور بنالیا۔ مہدی افادی اپنے ایک مضمون ''فلسفہ حُسن و عشق'' میں اس فلسفے پر بات کرتے ہیں کہ:

> ''عورت کیا ہے؟ دنیا میں کیوں آئی؟ اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ وہ محبت کی چیز ہے اور وہ محض اسی لیے آئی ہے۔ محبت ایک مقناطیسی شے ہے۔ عورت بغیر چاہنے والے کے رہ نہیں سکتی'' (۱۵)

اِسی طرح سے پریم چند کے ناول ''نرملا''، ''گاؤدان'' اور ''چوگان ہستی'' اپنی ترقی پسندی کے ساتھ ساتھ عصری مسائل، خودداری اور تصوریت کی آماجگاہ بنتے دکھائی دیتے ہیں۔ اے حمید اپنی خوبصورت زبان، عشقیہ مناظر، مرد و عورت کے درمیان محبت کے کھیل، فرقت و ملاپ اور اکثر جگہوں پر ظالم سماج کی مداخلت اور کہیں کہیں قدرت کی مداخلت کے نتیجے میں اُبھرنے والے المیوں کے اظہار اور فطرت کے حُسن کی منظر کشی کے لیے خاص اہمیت کے حامل قرار دیئے جاسکتے ہیں۔ اِن کی تحریروں میں نرگسی میلان کی صورت گری میں عورت کا کردار کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔ اے آر خاتون، رضیہ بٹ، بشریٰ رحمن اور اَن گنت عورتیں ایک ہی ڈھب کے ناول لکھ چکی ہیں جن میں حقیقت کا ایک ہی روپ موجود ہے۔ ''عشق و محبت، فریب دہی، جائیدادوں کے جھگڑے، خاندانی رفاقتیں، جدائی و میلاپ، شر پسند کرداروں کی رسوائی اور خیر کے طرف داروں کی فتح مندی و کامرانی ایسے موضوعات اِن میں مشترک ہیں'' (۱۶)۔ ان کے ناول اگرچہ زندگی کی کسی بصیرت کا اظہار نہیں کرتے مگر انسان کی حیات کے اندر کشمکش، معاشرتی و سماجیاتی زیست کی بوقلمونی اور رومانس بالخصوص مرد و زن کی محبت کے جذبات کا خالص ادبی اظہار اور معنویت کی تخلیق اِن خواتین ناول نگاروں کا طرۂ امتیاز ہے۔ مغرب سے ہم شارلٹ برانٹے (CharLotte Bronte) کے ناول ''جین آئیر'' (Jane Ayre)، ایمیلی برانٹے (Emily Bronte) کے ناول ''ودرنگ ہائٹیس'' (Wuthe Ring Heights) کو نمونے کے طور پر لے سکتے ہیں۔ اسی طرح سے الیگزینڈر کیرن کا ناول ''یاما'' جس کا اُردو میں ترجمہ ن۔م راشد نے ''طوائف'' کے نام سے کیا، جارج ایلیٹ اور ہارڈی کے ناولوں میں نرگسی رجحانات و میلانات سے مزّین عشق و محبت کے پہلو نمایاں دیکھے جاسکتے ہیں۔ اِن ناولوں میں جو انسانی نفسیات کے ہیولے نظر آتے ہیں ان سے پیدا شدہ کیفیات و جذبات سے نرگسیت کا اظہار واضح ہوتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ سندیلوی،ڈاکٹر سلام،(1973ء)،اُردو شاعری میں نرگسیت، لکھنؤ،نسیم بک ڈپو، ص:23

۲۔ Britannica Juniour Encyclopaedia, Fifth Edition, London, Publisher, William Benton, (1971), P: (217, 218)

۳۔ سندیلوی،ڈاکٹر سلام،(1973ء)،اُردو شاعری میں نرگسیت، لکھنؤ،نسیم بک ڈپو، ص:26،27

۴۔ اختر،ڈاکٹر سلیم،(2006ء)، تخلیق، تخلیقی شخصیات اور تنقید،لاہور،سنگ میل پبلی کیشنز، ص:27

۵۔ Wood Worth, Robert S, (1961), Contemporary School of Psychology, New Delhi, Asia Publishing House, P:182

۶۔ The Encyclopaedia Britannica, Volume (xvi), New York, Encyclopaedia Britannica, Inc-342. Modison Avenue, (1911), P:117

۷۔ کولمبیا انسائیکلوپیڈیا، اڈیشن دوم، ص:1365

۸۔ Horney, Karen, (1939), New Ways in Psychoanalysis, London, Kegan Paul, Trench, Trubner & Co. Ltd, Broadway House, Garter Lane E.C, P:88

۹۔ ایضاً، ص:90،91

۱۰۔ اختر،ڈاکٹر سلیم،(2006ء)، تخلیق، تخلیقی شخصیات اور تنقید،لاہور،سنگ میل پبلی کیشنز، ص:31

۱۱۔ Stuart, Grace, (1995), Narcissus; a Psychological Study of Self-love, New York, Macmillan, P:24

۱۲۔ Ellis, Havelock, (1920), Studies in the Psychology of Sex, Philadelphia, Publishers, F.A. Davis Company, P:120

۱۳۔ بریلوی،ڈاکٹر عبادت،(1983ء)، ادب اور ادبی قدریں،لاہور، ادارۂ ادب و تنقید، ص:21

۱۴۔ سندیلوی،ڈاکٹر سلام،(1973ء)،اُردو شاعری میں نرگسیت، لکھنؤ،نسیم بک ڈپو، ص:14-15

۱۵۔ فتح پوری،ڈاکٹر فرمان،(1979ء)، قمر زمانی بیگم، کراچی، اُردو اکیڈمی (سندھ)، ص:13

۱۶۔ خاں،ڈاکٹر ممتاز احمد،(1997ء)، آزادی کے بعد اُردو ناول (ہیت، اسالیب اور رجحانات)، کراچی، انجمن ترقی اُردو، ص:187